رضویات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور مشائخ کچھوچھہ

روابط وتعلقات

مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی: پرنسپل دارالعلوم اہل سنت منظر اسلام الثقافت کنج امبیڈکر نگر

مختصر تعارف خانوادۂ اشرفیہ:

مولانا سید ابوالحسن مانک پوری اپنی کتاب "آئینۂ اودھ" میں اودھ کے سارے خانوادۂ اشراف کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان خانوادوں میں دخیل فرقوں اور خارج جماعتوں کی نشاندہی کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"جو سادات وہاں بلقب اولاد سید اشرف جہاں گیر کے معروف ہیں۔ یہ واقعی میں اولاد سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہیں"۔

[سید شاہ ابوالحسن مانک پوری، آئینہ اودھ، ص:۱۷۰، مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۳ھ۔]

ان واقعی اولاد سید نا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے خانوادۂ عالی وقار کا طریقی انتساب تارک السلطنت، غوث العالم، جہانگیر، مخدوم سید اشرف سمنانی کچھوچھوی ابن سلطان سید محمد ابراہیم نور بخشی ابن سلطان سید عماد الدین شاہ نور بخشی سمنانی علیہم الرحمہ کی طرف اور نسبی انتساب مخدوم آفاق سید عبد الرزاق نور العین ابن سید عبد الغفور حسن جیلانی علیہما الرحمہ کی طرف ہے۔

لطائف اشرفی کے مطابق حضرت مخدوم آفاق علیہ الرحمہ کی پانچ اولاد نرینہ کی تعلیم وتربیت بھی خود مخدوم سید اشرف جہاں گیر علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی۔ بڑے صاحبزادے کا انتقال آپ کی ظاہری حیات میں ہوگیا تھا۔ باقی چار کو آپ نے خود علاقۂ ولایت وخلافت سپرد فرمایا تھا۔ سید شاہ حسن جیلانی سرکار کلاں کو کچھوچھہ، سید شاہ حسین جیلانی سرکار خورد کو جون پور، سید شاہ فرید جیلانی کو بسوڑی بارہ بنکی اور سید شاہ احمد جیلانی کو جائس کی ولایت عطا کی تھی۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں مخدوم سید اشرف جہاں گیر علیہ الرحمہ نے قیام فرمایا تھا اور مریدین ومتوسلین کی ایک بڑی تعداد ان علاقوں میں موجود تھی، ان علاقوں میں اپنے نبیروں کو بھیجنے کی یہ حکمت تھی کہ فروغ دین وسنیت کے لیے جو مشن آپ نے ان علاقوں میں شروع کیا تھا وہ جاری وساری رہے۔ حضرت مخدوم آفاق علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت سید شاہ حسن جیلانی کچھوچھوی سرکار کلاں آپ کے جانشیں ہوئے۔

مختصر تعارف امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی:

حضرت علامہ امام نقی علی خان علیہ الرحمہ کے صلب سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر محلہ جسولی بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ صرف عالم، مفتی، حافظ، مفسر، محدث، فقیہ، نعت گو شاعر، مصنف اور محقق ہی نہیں تھے بلکہ دینی علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ سائنسی وعقلی علوم میں بھی آپ کو دست رس تھی۔ آپ کی ذات ہمہ جہت تھی، ہر فہرست میں سرفہرست تھی۔ علامہ ہدایت اللہ ابن محمود سندھی مہاجر مکی نے آپ کے تعلق سے نہایت جامع بات کہی ہے کہ

"وہ [اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ] اس کے اہل ہیں کہ ان کے نام سے قبل اور بعد میں کوئی بھی فضیلت کا خطاب لگایا جائے"۔

[معارف رضا ۱۹۸۶ء، ص:۱۰۲، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، سال اشاعت ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء]

اسی طرح مفتی غلام معین الدین صاحب نے آپ کا نہایت مختصر اور جامع تعارف ان لفظوں میں پیش کیا ہے:

"حرمین طیبین اور دیگر بلاد اسلامیہ کی یگانۂ روزگار علمی ہستیوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نابغۂ روزگار اور عدیم النظیر محقق تسلیم کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف اور خصوصاً فتاوی رضویہ اس امر کی واضح شہادت دے رہا ہے کہ اس کا مصنف دقائق کا خزینہ، حقائق کا گنجینہ اور تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ میں منصب امامت پر فائز تھا"۔ [ماہنامہ المیزان بمبئی، امام احمد رضا نمبر، جلد نمبر ۶، شمارہ نمبر ۸،۹، ۷، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء، ص:۱۹۶، مضمون امام احمد رضا اور صدر الافاضل، مفتی غلام معین الدین نعیمی]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی اڑسٹھ سالہ حیات میں دنیا کو بہت کچھ دیا۔ سیکڑوں تحقیقی کتابیں لکھیں،

بہت سے لاینحل مسائل حل کیے اور اہل سنت وجماعت کی قیات کے لیے ان گنت افراد تیار کر کے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ میں دنیا سے روپوش ہو گئے۔

عہد امام احمد رضا کے سجادہ نشینان کچھوچھہ مقدسہ:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جس زمانے میں آغوش عالم میں آئے۔ اس زمانے میں خانوادۂ اشرفیہ کے تیرہویں سجادہ نشیں شیخ طریقت سید شاہ منصب علی اشرفی جیلانی مسند سجادگی پر جلوہ ریز تھے۔ حضرت سید شاہ منصب علی کے بارے میں مولانا مفتی محمود احمد رفاقتی دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ:

"حضرت شاہ منصب علی صاحب نے رشد وہدایت میں زندگانی بسر فرمائی، صاحب صبر ورضا وتوکل بزرگ تھے، ان کی ذات بابرکات مرجع انام تھی، خلائق کا ازدحام ان کے گرد رہتا تھا، سلسلۂ ارشاد وسیع تر تھا"۔ [حیات مخدوم الاولیا محبوب ربانی، محمود احمد قادری، ص:۴۹، ناشر حضرت امین شریعت ٹرسٹ اسلام آباد، سون برسا، مظفر پور، سال اشاعت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء ملخصا]

حضرت شاہ منصب علی صاحب کا وصال شب دوشنبہ، بعد نصف لیل محرم الحرام سن ۱۳۰۷ھ کو ہوا۔ یوم دوشنبہ شام کو کنارۂ تالاب نیر شریف مسجد کے پاس تدفین ہوئی۔ فرحمہ رحمۃ واسعۃ۔ "فنافی اللہ کریم الخلق" سے آپ کا سالِ وصال نکلتا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جس سال اپنی عمر کے تیرہویں زینہ پر قدم رکھا تھا اسی سال سجادۂ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ پر چودھواں سجادہ نشیں پر رونق آرا ہوئے تھے۔ چنانچہ حیات مخدوم الاولیاء میں ہے: حضرت شاہ منصب علی نے اپنی کبر سنی، ضعف ونقاہت اور امراض کے ہجوم کی وجہ سے اپنے برادر زادہ حضرت اشرف الاولیا مولانا الحاج سید شاہ اشرف حسین صاحب قبلہ قدس سرہ [برادر ومرشد طریقت ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی مولانا الشاہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ] کو ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء کو اپنا جانشین کیا اور سرکار کلاں کی سجادہ نشینی کا منصب تفویض فرمادیا اور خلافت نامہ بھی تحریر فرمادیا"۔

اشرف الاولیا سید شاہ اشرف حسین علیہ الرحمہ کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں حیات مخدوم الاولیا میں لکھا ہے کہ:

"واقف اسرار قاب قوسین، مجمع البحرین، صاحب القدوۃ القدسیہ، اشرف الاولیا حضرت مولانا الحاج سید شاہ اشرف حسین قدس سرہ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ چودہ جمادی الثانیہ ۱۲۶۰ھ کو حضرت کچھوچھا مقدسہ میں ہوئی۔ یہ امجد علی شاہِ اودھ کا عہد تھا [۱۲۵۸-۱۲۶۳ھ]۔ "خود صاحب سجادہ نے اپنی تاریخ پیدائش ۲ صفر ۱۲۴۰ھ [کے روزنامچہ] میں بعنوان "تاریخ خود گفتم" تحریر فرمایا ہے۔

"اختر بند" آمدہ سال ولادت ایں فقیر
چہاردہ بود از جمادی آخریں ویوم پیر
سال دیگر خود بجستم آمدہ "خورشید علم"
عہد شاہ لکھنو بود اے روشن ضمیر

[تفصیل دیکھیے: مرجع سابق، ۵۲: مع حاشیہ]

حضرت اشرف الاولیاء صاحب قلم وقرطاس بزرگ تھے۔ آپ کے علمی یادگاروں میں ❶ انوار اشرفی۔ منظوم سوانح حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی۔ ❷ محضر جہانگیری۔ یہ رسالہ وہابیوں کے عقائد کے بطلان میں مضامین کی شکل میں لکھا گیا۔ ❸ منظوم شاہ نیاز اشرف ❹ فتیہ دیوان ❺ ۳ ضخیم جلدوں پر مشتمل روزنامچہ۔

حضرت اشرف الاولیاء سید شاہ حسین اشرف علیہ الرحمہ نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی ۲۵ محرم ۱۳۴۸ھ کو وصال ہوا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی، اعلیٰ حضرت ابو احمد سید محمد علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ بھی سجادہ نشین رہے۔ ہم ان کا مختصر تعارف آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام احمد رضا اور مولانا سید اشرف حسین اشرفی جیلانی

اشرف الاولیا مولانا سید اشرف حسین جیلانی کچھوچھوی، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ولادت سے ۱۴ سال پہلے رونق آرائے جہاں ہوئے اور ان کی وفات کے بعد آٹھ سال تک دنیا کو زینت بخشتے رہے۔ گویا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا بچپن، جوانی اور بوڑھاپا سب آپ کے زمانے میں آئے گزرے۔ دورِ طالب علمی، دور علمی عروج اور دور قیادت سب آپ کی مشیخت کے زمانے میں پایہ تکمیل کو پہنچے۔ ایک جہاں دیدہ شیخ سے علمائے عصر کے حالات وکوائف پوشیدہ رہیں! یہ کہاں ممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی ومذہبی خدمتیں بھی حضرت اشرف الاولیا علیہ الرحمہ سے پوشیدہ نہ رہیں، ان کی تصنیفات وتالیفات کی خبریں آپ تک برابر پہنچتی رہیں، آپ ان سے واقف بھی رہے اور مطالعہ بھی کرتے رہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور اشرف الاولیا مولانا الشاہ سید اشرف حسین جیلانی کچھوچھوی علیہما الرحمہ کے تبلیغی مشن میں یکسانیت تھی۔ دونوں بزرگ رد وہابیہ فرماتے تھے۔ اس میدان میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کارنامے جگ ظاہر ہیں، محتاج بیان نہیں۔ حضرت اشرف الاولیا علیہ الرحمہ نے بھی وہابیوں کے عقائد باطلہ کی تردید اپنی زندگی کا حصہ بنالیا تھا۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے تھے اپنے وعظ وبیان میں وہابیوں کی تردید ضرور فرماتے تھے۔ چنانچہ مفتی محمود احمد قادری لکھتے ہیں:

"حضور اشرف الاولیاء نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ بھی پورے انہماک سے انجام دیا۔ آپ کے زمانے میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بدنام زمانہ [کتاب] تقویۃ الایمان کا زور ہوا۔ فرنگی محل، شاہ جہان پور، رام پور، بدایوں، بریلی کے علما اس کے رد پر مستعد ہوئے۔ حضرت کچھوچھہ مقدسہ میں آپ کی ذات گرامی نے وہابیت کی بلا کو دور رکھا"۔ [حیات مخدوم الاولیا محبوب ربانی، محمود احمد قادری، ص:۵۹، ناشر حضرت امین شریعت ٹرسٹ اسلام آباد، سون برسا، مظفر پور، سال اشاعت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء]

اشرف الاولیاء علیہ الرحمہ نے وہابی فتنہ کی سرکوبی کے لیے قلمی رد بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ حیات مخدوم الاولیا میں ہے کہ: "حضرت اشرف الاولیا قدس سرہ نے نجدی فتنہ کے پرآشوب دور میں نجدی وہابیوں کے عقائد کے بطلان میں مسلسل مضامین کا سلسلہ شروع کیا جو دار العلم والعمل حضرت فرنگی محل کے ماہنامہ "النظامیہ" میں مسلسل چھپا کیا اور نظر ثانی کے بعد محضر جہاں گیری کے نام سے کتابی شکل میں چھپا۔ [مرجع سابق، ص:۶۴]

فروغ رضویات میں سید شاہ اشرف حسین کچھوچھوی کا کردار

اشرف الاولیا سید شاہ اشرف حسین علیہ الرحمہ کا دور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا ابتدائی دور تھا۔ ہندوستانی مذہبی تاریخ میں آپ کا نام اور کام اپنی جگہ بنا رہا تھا۔ حضرت اشرف الاولیا نے اس دور میں آپ کی تصنیفات وپیغامات کو عام کرنے کا ایسا طریقہ اختیار کیا جو انوکھا اور عجیب وغریب تھا۔ وہ طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کسی مرید کو اپنا شجرۂ طریقت دیتے تو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی کسی کتاب کا نام اس میں لکھ دیتے اور اس مرید کو وہ کتاب پڑھنے کی تاکید کر دیتے۔ فروغ رضویات کا یہ طریقہ شاید آپ سے شروع ہو کر آپ ہی پر ختم ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت اور ان کے شاگردوں کی کتابوں کی تائید

حضرت اشرف الاولیا علیہ الرحمہ کو مطالعہ کتب کا بڑا شوق تھا۔ ان کے مطالعہ میں عقائد وسلوک اور فقہ وتاریخ کی کتابیں خصوصی طور پر رہا کرتی تھیں۔ کتابوں کے مطالعہ کے بعد آپ حاصل مطالعہ بھی لکھا کرتے تھے۔ ان کی زیادہ تر تحریریں مولانا سید ظفر مسعود ابن مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی کے یہاں آج بھی موجود ہیں۔ حضرت اشرف الاولیا علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل کی بریلوی کی کتابوں کا بھی مطالعہ فرمایا تھا۔ چنانچہ جب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ "فرقۂ اسماعلیہ کی رد میں چھپ کر آئی تو آپ نے نہ صرف اس کا مطالعہ فرمایا بلکہ اس کی تائید وتوثیق فرمائی اور اپنے مریدین کو مطالعہ کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ چناں چہ حیات مخدوم الاولیا میں ہے کہ " فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی کتاب "الکوکبۃ الشہابیۃ" جب رد عقائد اسماعلیہ چھپ کر آئی، حضرت اشرف الاولیا نے اس کی تائید وتحسین فرمائی اور اپنے شجرۂ عالیہ میں مریدوں کو آگاہ فرمایا اور فرمان جاری فرمایا کہ مولانا احمد رضا علامۂ بریلی نے اس کتاب میں پختہ وجوہ سے اسماعیل دہلوی کا کفر اور کفریات ثابت کیا ہے، قابل مطالعہ کتاب ہے، اس کو مطالعہ میں رکھنا چاہیے"۔ [نفس مرجع، ص:۵۹]

حضرت اشرف الاولیا مولانا الشاہ اشرف حسین علیہ الرحمہ جس طرح امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اسی طرح آپ کے شاگردوں کی کتابوں کو بھی پڑھا کرتے تھے۔ اپنے مطالعہ کی روشنی میں علما ومشائخ کے بتائے ہوئے طریقوں پر اپنے مریدین کی تربیت فرماتے تھے۔ چنانچہ صدر الشریعہ تلمیذ اعلیٰ حضرت کی کتاب "بہار شریعت" جب منظر عام پر آئی تو آپ نے اپنے مریدوں کو اس کتاب مستطاب کے مطالعہ کی تاکید فرمائی چناں چہ آپ نے اپنے شجرۂ عالیہ اشرفیہ میں لکھا کہ:

" مولوی امجد علی مفتی الہند نے بہار شریعت نام سے فقہ حنفی کے مفتی بہ مسائل کو مرتب کیا ہے۔ اس کو مطالعہ میں رکھنا چاہیے۔ بے مثل دینی خزینہ ہے"۔ [مرجع سابق، ص:۶۰]

امام احمد رضا بریلوی اور مولانا سید محمد علی حسین اشرفی میاں

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ولادت سے چھ سال پہلے ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی، اعلیٰ حضرت ابو احمد محمد علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی، یعنی آپ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ مطابق ۷ مارچ ۱۸۵۰ء کو شکم مادر سے

آغوش دنیا میں آئے۔ مولانا گل محمد صاحب خلیل آبادی نے بسم اللہ خوانی کرائی اور ان ہی سے خلیل آباد میں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ فارسی کی تعلیم مولانا کرامت علی صاحب سے اور اس کے بعد کی تعلیم مولا امانت علی گورکھپوری اور مولوی قادر بخش کچھوچھوی صاحب سے حاصل فرمائی۔ اساتذۂ کرام بکمال محبت و شفقت آپ کو تعلیم دیتے تھے۔ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں فیض آباد میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے، حضرت اشرفی میاں کے بارے میں ان کے عہد شباب میں فرمایا تھا: "شاہ صاحب نے وہ لیاقت بہم پہنچائی ہے کہ علما کی مجلس میں بھی ایک شاندار رکن دکھائی دیں گے"۔ [مرجع سابق، ص:۵۸]

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر حقیقی اشرف الاولیا مولانا الشاہ سید اشرف حسین علیہ الرحمہ کے مرید ہوئے اور اسی سال خلافت سے نوازے گئے۔ مرشد گرامی نے راہ سلوک میں آپ کے انہماک و ترقی کو جب ملاحظہ فرمایا تو ۳ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۶۹ء کو سجادہ نشینی کا منصب بھی عطا کر دیا اس وقت آپ کی عمر مبارک کا اکیسواں سال تھا۔ اللہ کریم نے آپ کو لمبی عمر عطا کی تھی، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی کل عمر اڑسٹھ سال سے ایک سال زیادہ، انہتر سال آپ سجادہ نشیں رہے۔ بڑی بڑی عبقری اور خدا رسیدہ شخصیتوں نے آپ سے بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا، علما و مشائخ کی معتد بہ تعداد نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ بہت سے ایسے علما بھی تھے جو مدارس اسلامیہ سے فراغت کے بعد محض تعلیم سلوک حاصل کرنے کے لیے برسہابرس آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ معرفت و سلوک میں آپ کی عظمت کا اندازہ صدر العلما، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے:

"قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، طاؤ ماوائے مابیکساں، مرجع وملاذ کاملاں، اشرف المشائخ سیدنا و مولانا الشاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہ القوی [کے بارے میں] اہل کشف نے فرمایا کہ: آپ حسن صوری کے اعتبار سے اپنے جد امجد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شبیہ تھے اور حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبۂ چہارم پر فائز، اول محبوب سبحانی حضور غوث اعظم، دوم محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ، سوم محبوب یزدانی حضور مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی، چہارم محبوب رحمانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مجد دمائۃ حاضرہ، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کے قلم حقیقت نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا حسن صوری و معنوی کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پردۂ سہ محبوباں

[بشیر القاری بشرح البخاری، علامہ سید غلام جیلانی، ص:۱۸، ۱۷، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔ ملخصا۔]

چند زبانی اور تحریری روایتوں کا اعتبار کریں تو آپ کے مریدوں کی تعداد کم و بیش چار کروڑ اور خلفا کی تعداد دو ہزار سے زائد تھی۔ آپ کا وصال ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء کو رات ایک بجکر بیس منٹ پر ہوا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کے آپسی مراسم

ہم شبیہ محبوب سبحانی، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے عمر میں بڑے تھے۔ لیکن دونوں بزرگ ایک دوسرے کے مراتب علیا سے واقف تھے اور ایک دوسرے کا غایت درجہ ادب و احترام کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ جس طرح امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تبحر علمی، فہم و بصیرت اور تجدید و احیائے دین کے معترف تھے۔ اسی طرح امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی مشیخت اور جمال ظاہری و باطنی و کمالات روحانی کے دلدادہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق مزین ہیں۔ دونوں بزرگوں نے آپسی میل جول سے شجر اسلام کی خوب آبیاری کی ہے، اہل سنت وجماعت کو بھرپور تقویت پہنچائی ہے اور عوام اہل سنت کے دلوں میں عشق رسول کا شمع فروزاں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ جس طرح ان بزرگوں کے کارنامے جماعتی سطح پر مشعل راہ ہیں اسی طرح ان کی آپسی محبت و مودت، تعلقات و مراسم اور آداب و احترام اتحاد ملت کے لیے دعوت عمل ہیں۔

کتاب لاجواب "البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" میں لکھا ہے کہ:

"حضرت شاہ علی حسین اشرفی، آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء کو کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد [انڈیا] میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱ رجب المرجب

۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں وصال ہوا۔ علم وفضل، تقوی وطہارت اور تبلیغ اسلام میں اپنی مثال آپ تھے۔ خاندانی اعتبار سے سید تھے اور شکل وصورت کے لحاظ سے شبیہ سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ تھے۔ ہزاروں علما آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا کرتے تھے"۔[البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، ص:۱۸۳، مکتبہ قادریہ لاہور، بار دوم ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء]

امام اہل سنت، اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ، ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی، اعلی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی دست بوسی وقدم بوسی فرماتے تھے۔ یہ عمل یک طرفہ نہیں تھا بلکہ اعلی حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ بھی اعلی حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی دست بوسی وقدم بوسی کرنے میں سبقت کے خواہاں تھے اور عملاً اس کو بجالاتے تھے۔ چنانچہ سید صابر حسین شاہ بخاری نے نقل کیا ہے کہ:"شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی آپس میں محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ جہاں بھی ملتے ایک دوسرے کے لیے قیام فرماتے۔ دست بوسی بلکہ قدم بوسی میں سبقت کرتے۔ احترام بین الاکابر کا حسین منظر سامنے ہوتا"۔[امام احمد رضا محدث بریلوی اور فرزادات سید محمد کچھوچھوی، سید صابر حسین شاہ بخاری قادری، ص:۱۳، ناشر رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور، سال اشاعت، ندارد، بحوالہ تذکرہ جمیل مصنفہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی]

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان کے خاندان کے فرد فرید علامہ تقدس علی علیہ الرحمہ نے اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے جسے مولانا سید خلیل احمد قادری صاحب نے نقل کیا ہے کہ:

"حضرت مولانا تقدس علی خان علیہ الرحمہ شیخ الحدیث پیر گوٹھ جو اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک روز میں اعلی حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک نورانی شخصیت اعلی حضرت [علیہ الرحمہ] کی مسند پر رونق افروز ہیں اور خود اعلی حضرت علیہ الرحمہ دوسری جگہ عقیدت مندوں، شاگردوں کی جگہ ادب واحترام سے تشریف فرما ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی کہ یہ کون شخصیت ہے کہ جن کو اعلی حضرت بریلوی [علیہ الرحمہ] نے اپنی مسند پر بٹھایا ہے۔

اعلی حضرت نوراللہ مرقدہ نے مجھے فرمایا:"انہیں تعظیم دو" یہ حضور غوث الاعظم [قدس سرہ العزیز] کے نور نظر حضرت سید علی حسین شاہ صاحب عرف اشرفی میاں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف ہیں"[مقالات اشرفی، محمد منشا تابش قصوری، ص:۱۴، ناشر حلقۂ اشرفیہ رجسٹرڈ، پاکستان، سال اشاعت ندارد، بحوالہ مولانا سید دیدار علی شاہ کی سوانح، مصنفہ سید خلیل احمد قادری]

علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت سیدنا شاہ علی حسین صاحب قبلہ کچھوچھوی جو سیدنا غوث پاک کی شبیہ مشہور تھے، ان کی بزرگانہ شفقت ومحبت تو آنکھوں دیکھی ہے۔ ان کا وصال اعلی حضرت قبلہ کے بعد ہوا ہے"۔[سیرت اعلی حضرت، علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمہ، ص:۱۱۶، ناشر رضا اکیڈمی صابر نگر، بریلی شریف، سال اشاعت ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء]

خطاب اعلی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کی اعلی حضرت امام محدث بریلوی کی طرف سے تائید وتوثیق

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان جلسے جلوس میں بہت کم شرکت کرتے تھے۔ قلم وقرطاس آپ کی زندگی کا سرمایہ تھا۔ کبھی کسی اہم جلسے میں شرکت فرماتے تو اس بات کا پورا لحاظ رکھتے کہ پڑھنے والے سب باشرع ہوں اور موافق شرع کلام کریں۔ چنانچہ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھادیا تھا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے۔ چوں کہ اس میں انبیا علیہم السلام کے ۔۔۔ مسلمہ اصول سے انکار لکلتا تھا۔ یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیر ہوگیا اور جناب مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبد القادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبد المقتدر صاحب سے فرمایا کہ مولانا ایسے بے علم کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجیے، جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلے میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا کہ:"ان ہی

وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں اور وعظوں میں جانا چھوڑ دیا ہے" اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا کہ: "حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں"۔[حیات اعلیٰ حضرت، علامہ ظفر الدین بہاری رضوی، ج:۱،ص: ۱۷۸،۱۷۷، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، سال اشاعت ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء]

فتاوے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کی طرف سے حمایت وتائید

سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد ہندوستانی مسلمانوں میں ہیجانی کیفیت طاری تھی، مسلمانوں میں عام مایوسی کی کیفیت ہر گلہ گو کے چہرے پر نمایاں نظر آتی تھی، قائدین قوم اور ہمدردان ملت بیقراری واضطراب کی کیفیت سے گزر رہے تھے۔ ہر طرف بے بسی وکس مپرسی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ اس عام اضمحلال واضطراب سے قوم کو نجات دلانے کے لیے "تحریک خلافت" نام سے ایک مرکزی کمیٹی قائم کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ہی اس تحریک کی مرکزی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلنے لگی اور مسلمانوں کی انتھک محنت اور جاں فشانی کا فائدہ غیروں نے اٹھانا شروع کر دیا۔ بعض اکابرین نے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کے زیاں کو دیکھتے ہوئے تنظیم کی قیادت ورفاقت سے اپنے آپ کو جدا کر لیا اور کھلے لفظوں میں مسلمانوں کو غیروں کی چال بازی سے واقف کرانا شروع کیا۔ ان اکابرین میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور اعلیٰ حضرت ہم شبیہ محبوب سبحانی ابو احمد سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ بھی شامل تھے جنھوں نے برقت خطرات کا ادراک کیا اور قوم کی باگ ڈور سنبھالی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے رسالے اور کتابیں لکھ کر شائع کرائیں اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے اپنے وعظ وبیان کے ذریعے مسلمانان اہل سنت کو متنبہ کیا۔

مظہر اعلیٰ حضرت، شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مفتی حشمت علی خان رضوی قادری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الصوارم الہندیہ علیٰ مکر شیاطین الدیوبندیہ" میں تحریر فرمایا ہے۔

"حضرت والا مرتبت، عالی منزلت، گل گلزار جیلانی، گلبن خیابان سمنانی مولانا سید شاہ ابو احمد علی حسین صاحب چشتی اشرفی مسند نشیں سرکار کچھوچھہ کے دور ۲ مقدس ارشاد واجب الانقیاد۔

فرزند عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر سید ابو احمد المدعو علی حسین الاشرفی الجیلانی

بعد دعائے درویشانہ سلام خوب کیفخانہ مدعا نگار ہے: تمھارا کارڈ جوابی آیا، خوشی حاصل ہوئی۔ میں اُدھر آنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر چند وجوہ سے نہ آسکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد عرس شریف حضرت جد اعلیٰ قدس سرہٗ بشرط زندگی ماہ جمادی الآخرہ تک سورت میں آؤں گا۔ اب میرے آنے کو غنیمت سمجھنا میں بہت ضعیف ہوتا جاتا ہوں۔ اور فرقہ گاندھویہ کی رفاقت اور ان کا ساتھ دینا جائز نہیں ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان صاحب، عالم اہل سنت کے فتووں پر عمل کرنا واجب ہے۔ کافروں کا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور ہمارے جملہ مریدان ومحبان اور جمیع پرسان حال کو سلام ودعاء کہنا"۔

۲۱/ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور عالم ربانی مولانا شاہ سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی

خلیفۂ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی عالم ربانی مولانا شاہ احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی ابن اعلیٰ حضرت ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی، ابو احمد سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی ولادت ۴ شوال ۱۲۸۶ھ مطابق ۷ جنوری ۱۸۷۰ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی۔ مولانا شاہ آل احمد جعفری پھلواروی محدث مدنی نے بسم پڑھائی، استاذ العلما مولانا معین الدین ابو الخیر مانک پوری، مولانا شاہ احمد حسن چشتی صابری اور استاذ الکل مفتی لطف اللہ علی گڑھی علیہم الرحمہ سے اکتساب علم کیا۔ سلوک ومعرفت کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی سے پائی۔ والد گرامی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے مختلف سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ قیام علی گڑھ کے زمانے میں عالم رؤیا میں رسول اللہ ﷺ نے دستار بندی فرمائی جس کے آثار صبح تک روشن وظاہر رہے، اس کے بعد آپ نے کسی مدرسے سے دستار بندی کرانے سے انکار کر دیا۔

عالم ربانی مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ کو مروجہ علوم وفنون کے ساتھ غیر مروجہ علوم وفنون پر بھی کامل دست رس رکھتے تھے۔ ہیئت، توقیت وغیرہ علوم وفنون میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ مناظرہ اور وعظ وبیان میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ تذکرہ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی میں ہے: "دو لاکھ برس تک کی جنتری انگریزی ماہ کے حساب سے مرتب فرما کر شائع فرمائی اور وہ بھی اتنی مختصر کہ صرف ایک بالشت

کاغذ میں آسکتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ چیلنج بھی جنتری کے نیچے لکھ دیا کہ آج سے دولاکھ سال تک میری جنتری میں جو غلطی نکال دے اسے زر خطیر انعام دیا جائے گا۔ دوسری جنتری سن ہجری کے اعتبار سے مرتب فرمائی جو غیر محدود سالوں تک کے لیے کافی ہے اور خوبی کی بات یہ ہے کہ اس میں سن و تاریخ کا دیکھنا ایسا آسان فرمادیا ہے جیسے لوگ گھڑی دیکھ کر آسانی کے ساتھ وقت معلوم کرلیتے ہیں، اور یہ جنتری اتنی مختصر سائز میں ہے کہ گھڑی کے ڈائل میں آسانی کے ساتھ کندہ ہوسکتی ہے"۔[تذکرہ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، مولانا رضاء الحق راج محلی، ص:۲۴، ناشر الاشرف اکیڈمی، راج محل، صاحب گنج، بہار، سال اشاعت ۱۹۹۵ء]

حضرت ممدوح علیہ الرحمہ نے نہایت قلیل عمر پائی، ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۳۱ ستمبر ۱۹۲۸ء میں بعارضۂ اسہال وطاعون حالت نماز میں شہادت پائی۔ فرحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی دربار اعلی حضرت میں

یہ مسلمہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے اور زمانہ جانتا ہے کہ امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی اور ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی اعلی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہما الرحمہ ایک دوسرے کے محب ومعتقد تھے۔ اسی محبت واعتقاد کا نتیجہ تھا کہ اعلی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے فرزند دل بند عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی کو ۱۵ شعبان ۱۳۰۱ھ کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے اور امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے حوالہ کرکے فرمایا کہ "آپ ان کو پڑھادیں"۔ لیکن کسی وجہ [وجہ غالبًا مولانا سید جعفر اشرف ابن اشرف الاولیا حضرت سید شاہ اشرف حسین علیہما الرحمہ کی معیت مقصود تھی۔ چنانچہ مفتی محمود قادری صاحب ہی نے لکھا ہے کہ: "۱۷ شوال المکرم ۱۳۰۱ھ کے روزنامچہ سے معلوم ہوا کہ حضرت اشرف الاولیا نے ان [سید جعفر اشرف] کو اور مولانا احمد اشرف کو اسی تاریخ کو گورکھپور استاذ العلما مولانا ابوالخیر معین الدین صاحب رئیس کرامانک پور کی خدمت میں لے گئے۔ دیکھئے: حیات مخدوم الاولیا عالم ربانی، مفتی محمد احمد قادری، ص:۶۹، ناشر حضرت امین شریعت ٹرسٹ اسلام آباد، سون برسا، مظفرپور، سال اشاعت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء] سے ۱۷ شوال ۱۳۰۱ھ کو حضرت عالم ربانی علیہ الرحمہ گورکھپور میں استاذ العلما مولانا ابوالخیر معین الدین رئیس کرامانک پور الہ آباد کی درسگاہ فیض میں داخل ہوئے۔ پھر استاذ العلما کے مشورہ سے استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن چشتی صابری کی درسگاہ میں شریک ہوئے یہاں ۱۳۰۲ھ تا ۱۳۰۷ھ پورے انہماک ولگن کے ساتھ تعلیم حاصل فرمائی۔ پھر ۱۳۰۷ھ میں استاذ الکل حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں علی گڑھ چلے گئے اور جب استاذ الکل علیہ الرحمہ ۱۹۸۵ء میں میں ریاست حیدر آباد دکن میں "مفتی اعظم" کے منصب پر فائز ہوئے تو ان کے ساتھ آپ بھی حیدر آباد چلے گئے اور تکمیل درس تک ان ہی کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ [تفصیل دیکھئے: حیات مخدوم الاولیا عالم ربانی، مفتی محمد احمد قادری، ص:۴۳۱، ۴۴۰، ناشر حضرت امین شریعت ٹرسٹ اسلام آباد، سون برسا، مظفرپور، سال اشاعت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء]

مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے باضابطہ درس نہیں لیا یہی وجہ ہے مؤرخین اہل سنت کی ایک جماعت نے آپ کو امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے شاگرد ماننے سے انکار کیا ہے، لیکن اکابر مؤرخین اہل سنت نے عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ کو امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد لکھا ہے۔

شہزادۂ اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند علامہ عبد المصطفی خاں قدس سرہ نے رسالہ الاستمداد علی اجیال الارتداد [ذکر احباب ودعاء احباب] پر تحریر فرمایا ہے کہ:

"حضرت بابرکت حامی سنت از اولاد امجاد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ جناب مولانا سید ابوالمحمود احمد اشرف اشرفی جیلانی زینت کچھوچھہ شریف ابتدا تلمیذ اعلی حضرت مدظلہ العالی"۔ [الاستمداد علی اجیال الارتداد، اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ، ص:۶۸، حاشیہ:۱، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، سال اشاعت ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء]

علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

"اعلی حضرت کے حاشیہ کے علما اور تلامذہ کا کہیں کہیں نام آگیا ہے۔ ان کی تفصیل کے لیے یہ کتاب ناکافی ہے، مگر میں حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق اتنا ضرور عرض کروں گا کہ وہ اعلی حضرت کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ان جیسا شیریں بیان واعظ پھر نہ دیکھا۔ انہوں نے تھوڑی سی عمر میں دین کی بڑی خدمتیں انجام دیں۔ جوانی میں وصال فرمایا۔ اعلی حضرت انہیں اکثر

یاد فرمایا کرتے تھے"۔[اعلیٰ حضرت، علامہ حسنین رضاخان علیہ الرحمہ، ص:۱۱۷،۱۲۹، ناشر رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف، سال اشاعت ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء]

ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ تلمیذ ارشد وخلیفۂ اجل امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت میں "اعلیٰ حضرت کے چند نامور شاگرد" کے عنوان سے ایک فہرست مرتب کی ہے۔ جس میں عالم ربانی مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا نام بھی شامل ہے۔[دیکھیے: حیات اعلیٰ حضرت، علامہ ظفر الدین بہاری رضوی، ج:۱، ص:۲۹۴، ۲۹۳، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، سال اشاعت ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء]

میرے خیال میں دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیوں کہ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ ہم شبیہ غوث اعظم محبوب سبحانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ، عالم ربانی علیہ الرحمہ کو، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے پاس، شعبان ۱۳۰۱ھ میں پڑھانے کے لیے لے کر گئے تھے۔ البتہ شوال ۱۳۰۱ھ میں بریلی کے بجائے آپ تحصیل علم کے لیے گورکھ پور چلے گئے۔ لہذا کہا جاسکتا ہے کہ عالم ربانی علیہ الرحمہ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ان کے دیگر شاگردوں کی طرح لمبے عرصے تک استفادہ کا موقع نہیں ملا لیکن یہ عین ممکن ہے کہ وقتاً فوقتاً حاضری اور ماہ شعبان ۱۳۰۱ھ میں اپنے والد گرامی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کی معیت میں حاضری کے وقت امام اہل سنت سے استفادہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی اور حسام الحرمین کی تصدیق

علمائے دیوبند کے غلط پروپیگنڈوں کی وجہ سے شیرِ بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمہ نے حسام الحرمین پر اردو زبان سے واقف علما و مفتیانِ کرام سے دست خط کرانے کا ارادہ کیا چناں چہ انہوں نے استفتا و فتاوائے حرمین شریفین کو بزبان اردو علمائے ہند و پاک کے سامنے پیش کیا اور ان سے تصدیقات حاصل کیں، ان تصدیقات علما و مشائخ کو "الصوارم الہندیہ" کے نام سے منظر عالم پر لایا۔ الصوارم الہندیہ میں ۲۶۸ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ پہلے نمبر پر علما و مشائخ مارہرہ مطہرہ دوسرے نمبر پر علمائے منظر اسلام بریلی شریف اور تیسرے نمبر پر علما و مشائخ کچھوچھہ مقدسہ کے فتاوی و تصدیقات کو جگہ دی گئی ہے۔ عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصدیق ان لفظوں میں درج فرمائی ہے: "نعم الجواب وحبذ التصدیق وبالقبول والاتباع حری حقیق- واللہ تعالیٰ اعلم- وأنا العبد الفقیر السید احمد اشرف القادری الجشتی الأشرفی الجیلانی کان لہ الفضل الربانی-

مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی اور کتب اعلیٰ حضرت کا دفاع

ہر دانا و بینا جانتا ہے مشائخ کچھوچھہ و مشائخ بریلی شریف نے مل جل کر دین و سنیت کی تبلیغ و اشاعت اور احقاق حق و ابطال باطل کیا ہے۔ اس کے لیے کتابیں لکھیں، تقریریں کیں، تحریکیں چلائیں اور مناظرے کیے ہیں۔ یہ دونوں خانوادے ایک طرف وہابی نجدی فتنوں کا قلع قمع کر رہے تھے تو دوسری طرف مشرکین ہند کی فتنۂ ارتداد کو دفن کرنے کے لیے میدان جہاد میں مصروف عمل تھے۔ ایسے نازک حالات میں ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۹ء کا بڑا دردناک واقعہ یہ رونما ہوا کہ بسکھاری نزد کچھوچھہ شریف سے شاہ محمد شفیع و شاہ وجیہہ الدین صاحبان بسکھاروی نے وہابی فتنہ کو ہوا دینا شروع کیا۔ دونوں بھائی بھائی تھے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کے مداحی اور حمایتی تھے، دونوں بھائی رسالہ حفظ الایمان کی کفری عبارتوں کو اسلامی عبارت ثابت کرنے پر تلے تھے، دونوں فتاویٰ حسام الحرمین کے سخت مخالف تھے۔ اور آئے دن نت نئے فتنے کی بات پیدا کرتے اور گروہ بندی کر کے شورش پیدا کرتے رہتے تھے۔ چناں چہ اسی نتیجہ میں ۱۳۳۵ھ میں شہر بھاگل پور میں سنی وہابی مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں دونوں بھائیوں کی وہابیت کا پردہ چاک ہوا۔ اس مناظرہ کی روداد "قہر قہار بروے ناہنجار"[اتمام حجت بر جند منکر نبوت حصہ دوم] کے نام سے چھپ چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے نزدیک عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی کا مقام

ملک العلما، علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ تلمیذ ارشد وخلیفۂ اجل امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں کہ:

"میرے زمانۂ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت اور مشائخ کرام و داعیان دین وملت و دیگر حضرات اہل سنت وجماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر مدارات حسب

مرتبہ کی جاتی اور علمائے کرم کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کی مسرت کی جو حالت ہوتی احاطۂ تحریر سے باہر ہے"۔

حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ نے مخصوصین علما و مشائخ کرام کی ایک فہرست دی ہے جس میں ۲۱ علما و مشائخ کے نام ہیں۔ گیارہویں نمبر پر تاجدار کچھوچھہ مقدسہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی اور بارہویں نمبر پر ان کے صاحب زادے عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب قدس سرہ کے نام ہیں۔ ان حضرات علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مسرت و شادمانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "[ان] علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے"۔ [حیات اعلیٰ حضرت، علامہ ظفر الدین بہاری رضوی، ج:۱، ص:۲۹۴، ۲۹۳، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، سال اشاعت ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نہایت آسان اور روشن بحر میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں ۱۳۶۰ اشعار ہیں۔ ۳۵ نعتیہ اشعار کو چھوڑ کر باقی اشعار میں عموماً وہابیوں کے گمراہ کن اقوال کا بیان ہے۔ آپ نے اس قصیدہ میں "ذکر اصحاب و دعائے احباب" کے عنوان سے ۲۴ اشعار مرتب کیے ہیں جن میں سے آٹھواں شعر عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی شان میں ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

احمد اشرف حمد و شرف لے　　اس سے ذلت پاتے یہ ہیں

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں جہاں آپ کی شان بیان فرمائی وہیں آپ کی مناظرانہ صلاحیتوں کو نمایاں طور پر واضح فرما دیا۔ [تفصیل دیکھئے: الاستمداد علی اجیال الارتداد، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ، ص:۶۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، سال اشاعت ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء]

امام احمد رضا اور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی

محدث اعظم ہند ابو المحامد سید شاہ محمد بن مولانا حکیم نذر اشرف اشرفی جیلانی ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ بروز چہار شنبہ بوقت قبل طلوع فجر جائس ضلع رائے بریلی [موجودہ امیٹھی] میں پیدا ہوئے۔ رسم بسم اللہ خوانی آپ کے جد امجد سید شاہ فضل حسین اشرفی جیلانی نے ادا کرائی۔ ناظرہ کی تعلیم اپنی والدۂ کریمہ سے گھر ہی پر حاصل کی، ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے پائی، ابتدائی تعلیم کا نظام یہ تھا کہ صبح کو فارسی اور شام کو عربی کی تعلیم دی جاتی تھی، اس طرح صرف و نحو اور ابتدائی علوم عربیہ کی تعلیم آپ نے گھر ہی پر حاصل کر لی۔ متوسطات کی تعلیم کے لیے آپ کا داخلہ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں کرایا گیا جہاں آپ نے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے علوم عربیہ اور دیگر علوم مثلاً منطق و فلاسفہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد آپ نے علی گڑھ کا رخ کیا، اور استاذ الکل حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درس لیا۔ حضرت مفتی صاحب نے آپ کو سند عطا کی اس پر بقلم خود آپ کے نام کے ساتھ "علامہ" لکھا۔ علی گڑھ سے فراغت کے بعد علم حدیث کی تعلیم کے لیے پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت محدث وصی احمد سورتی کے درس میں شامل ہوئے اور سند حدیث حاصل کی۔ اس کے بعد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے پاس تشریف لے گئے اور یہاں بڑی محنت و جانفشانی سے علم فقہ اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ پھر بریلی شریف سے بدایوں تشریف لے گئے اور حضرت علامہ مطیع الرسول کے درس میں شریک ہو کر مزید علم حدیث کی تعلیم حاصل کی اور سند حدیث سے نوازے گئے۔ قیام بدایوں کے دوران ہی محدث کہے جانے لگے تھے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ یہ تمام مراحل طے کرنے میں آپ نے اپنی عمر کے صرف ۱۷ سال صرف میں لائے۔

جوانی کے ابتدائی مراحل میں آپ مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔ دہلی میں آپ نے حضرت سید مہر محمد علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں مدرسۃ الحدیث قائم فرمایا اور کافی عرصہ تک اس مدرسہ میں درس حدیث دیتے رہے۔ اسی زمانے میں آپ نے اپنے نانا جان اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بیعت حاصل کی اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔

حضرت محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے خطابت اور دیگر مصروفیات و مشاغل کے باوجود تالیف و تصنیف سے اپنا رشتہ ہموار کیا تقریباً ۷۰ سے زائد رسائل و کتابیں تصنیف کیں۔ قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ ماہنامہ "اشرفی" کی ادارت سنبھالی۔ آپ خطیب و مصنف ہونے کے ساتھ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام "فرش پر عرش" کے نام سے شائع ہوا۔

آپ نے بہت سے مدرسے اور تعلیم گاہوں کی بنیاد رکھی، بے شمار تعلیمی اداروں کی سرپرستی فرمائی۔ بہت سے ملکی و غیر ملکی تنظیموں کا انتظام سنبھالا۔ ۱۳۶۵ھ میں بالاتفاق آل انڈیا سنی کانفرس کے صدر چنے گئے۔ کافی زمانے تک جماعت رضائے مصطفیٰ کے عہدۂ صدارت پر فائز رہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغی دورے فرمائے۔ آپ کا وصال ۶

رجب المرجب ۱۳۸۳ھ کو بروز دوشنبہ ساڑھے بارہ بجے دن لکھنو میں ہوا۔

دل میں محبت رضا کی شمع روشن ہوئی

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی علیہ الرحمہ کے دل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی محبت اس وقت راسخ ہوئی جب آپ پیلی بھیت میں زیر تعلیم تھے۔ اپنے استاد محدث سورتی شیخ وصی احمد علیہ الرحمہ سے بار بار اعلیٰ حضرت کا ذکر سنتے تھے۔ اسی ذکر خیر نے آپ کے دل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی محبت پیدا کی ہے۔ چنانچہ سید صابر حسین شاہ بخاری لکھتے ہیں:

"زمانۂ طالب علمی میں پیلی بھیت شریف میں سید محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے استاذ المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کو بارہا دفعہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے بکثرت تذکرے محویت کے ساتھ فرماتے دیکھا تو آپ نے ایک دن عرض کیا کہ: آپ سے آپ کے پیر و مرشد کا تذکرہ نہیں سنتا اور اعلیٰ حضرت کا خطبہ پڑھتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ: جب میں نے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی سے بیعت کی تھی بایں معنی مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان سمجھا جاتا تھا مگر جب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب میرا ایمان رسمی نہیں بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے۔ جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے پھر عرض کیا کہ علم حدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا: شہزادہ صاحب آپ کچھ سمجھے کہ ہرگز نہیں کا کیا مطلب ہے؟ سنیے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس فن میں "امیر المومنین فی الحدیث" ہیں کہ میں سالہا سال صرف اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا سنگ پا نہ ٹھہروں"۔ [امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر سادات سید محمد کچھوچھوی، سید صابر حسین شاہ بخاری قادری، ص:۲۵، ناشر رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور، سال اشاعت، ندارد، بحوالہ حیات محدث اعظم ہند مطبوعہ کراچی]

محدث اعظم ہند بارگاہ اعلیٰ حضرت میں

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا داخلہ عالم ربانی علامہ سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی نے درس گاہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ میں کرایا۔ چنانچہ الملفوظ میں ہے:

"ایک روز حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی [علیہ رحمۃ اللہ القوی] تشریف لائے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت انہوں نے عرض کیا کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو، میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں، حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں۔ ارشاد ہوا: "ضرور تشریف لائیں، یہاں فتوے لکھیں اور مدرسے میں درس دیں۔ "ردّ وہابیہ" اور "افتا" یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیبِ حاذق [یعنی ماہر طبیب] کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ بفضل ورحمتِ الٰہی [عزّوجلّ] پھر بعون وعنایتِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [یعنی اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد وعنایت سے] افتا اور ردّ وہابیہ کے دونوں کامل فن دونوں نہایت عالی فن انہیں یہاں سے اچھا ان شاء اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پائے گا، غیر ممالک کی بابت [یعنی بارے میں] نہیں کہتا۔ میں تو ہر شخص کو بطیبِ خاطر [یعنی بخوشی] سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جدِّ امجد یعنی حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ وعطیہ ہے"۔ [الملفوظ مکمل معروف بہ ملفوظات اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، مجلس المدینۃ العلمیہ، ص:۱۴۲، ۱۴۱، المدینہ لائبریری، [ڈیجیٹل] دعوت اسلامی، ورژن ۲۰۱۶ء، ملخصاً۔]

محدث اعظم ہند کچھوچھوی اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے شاگرد تھے، فقہ وافتا کی تعلیم آپ نے اسی دربار سے پائی، دل وجان سے اعلیٰ حضرت کے چاہنے والے تھے، اپنے خطاب وکتاب میں ان کا چرچا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔

خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے جلیل القدر بزرگ تاج الاصفیا علامہ سید مصطفیٰ اشرف جیلانی علیہ الرحمہ کو بھی براہ راست اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے شرف کلام اور ان کے گھر شرف طعام حاصل تھا۔ آپ بریلی شریف اپنے والد بزرگوار کے حکم پر تشریف لے گئے تھے۔ جن بزرگان خانوادۂ اشرفیہ کو براہ راست اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے ملاقات کا شرف نہیں ملا وہ بھی ان کے مداح اور پیروکار رہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے اس جملہ پر اپنے مقالے کا اختتام کرتے ہیں:

"خاندان اشرفی میں کوئی نہ گستاخ دربار رسالت تھا نہ گستاخی کو پسند کرتا تھا۔ سب سنی تھے اور اعلیٰ حضرت قبلہ کے جن سے تعلقات ہیں وہ اب بھی بحمد اللہ تعالیٰ سنی ہیں"۔

☆☆☆